OPEN ACCESS
Journal of Islamic & Religious Studies
ISSN (Online): 2519-7118
ISSN (Print): 2518-5330
www.uoh.edu.pk/jirs

JIRS, Vol.:5, Issue: 2, July - Dec 2020
DOI: 10.36476/JIRS.5:2.12.2020.04, PP: 55-67

عہد نبوی کی تنظیم ریاست اور مشاورت: عصر جدید کے تناظر میں خصوصی مطالعہ

Administration and Consultation of the Prophetic Era: A Study in the Context of Modern Times

Dr. Muḥammad Ramzan Najm Barvi
Assistant Professor, Department of Arabic and Islamic Studies
The University of Faisalabad, Faisalabad

Version of Record Online/Print: 01-12-2020
Accepted: 01-11-2020
Received: 31-07-2020

Abstract

The role of consultation in the success of organization of a state. It is a source of beauty of a democratic state. Consultation has an importance place in every stable state. Allah Almighty has commanded his last Holy Prophet ﷺ for consultation in the Holy Quran, with his companions like other Prophets. The Holy Prophet ﷺ always ran his important affairs of state after laking opinions with his companions. He cleared the importance by his sayings and act. All modern democratic States should gain practical guidance from the Prophet Seerah. Giving importance to the opinion of the people's representatives and making decisions in the light of their opinions reduces the gap between the government and the people and this is vital for a organized state.

Key Words: *Consultation, Seerah, Modern state, Guidance, Decisions, Representatives*

CC BY

تمہید:

حاملین وحی کے سوا کوئی بھی شخص اتنی کامل عقل کا مالک نہیں ہوتا کہ وہ کسی دوسرے شخص کا محتاج نہ ہو۔ معاملات دنیا میں بلکہ امور دینیہ یہاں تک کہ خدا تک رسائی میں بھی انسان اپنے ابناء جنس کا محتاج ہے۔ حقوق العباد کا اسلامی تصور اس کا عکاس ہے۔ فکری استعداد سے استفادہ انسان کا ایسا نقص ہے جو اس کے کمال کا پہلا زینہ ہے اور یہ تبادلہ افکار عبدیت کی دلیل اور انسان سے الوہیت کی نفی ہے البتہ انسانوں میں کامل فیضان بہم پہنچاتا ہے اور یہی اس کا فرض منصبی ہے۔ نبی کا ہر کام امت کی تعلیم و تربیت کے لئے ہوتا ہے بشرطیکہ وہ اس کی خصوصیت نہ ہو۔ نبی اعظم ﷺ کسی بھی فیصلے میں اپنی امت کے مشورہ کے محتاج نہ تھے کیونکہ وہ سب سے کامل فہم و فراست اور سوجھ بوجھ کے مالک تھے لیکن اللہ جل شانہ نے آپ کو اپنے صحابہ سے مشورہ کا حکم فرمایا تاکہ آپ کی امت میں باہمی مشاورت سے افادہ و استفادہ کی راہ سنت طیبہ سے متعین ہو کر جاری ہو اور امت فکری طور پر ایک دوسرے کے ساتھ منسلک و وابستہ ہو جائے۔ باہمی مشاورت کے بارے میں قرآن و سنت سے ثبوت اور دلالت کا عنصر پایا جاتا ہے خصوصاً اسلامی سیاست و ریاست "جو غلبہ دین کا اہم ذریعہ ہے" میں مشاورت ایسا اہم امتیازی وصف ہے جو کسی نہ کسی صورت میں موجود رہتا ہے۔ جس امر ریاست میں مشورہ کیا جائے گا وہ نہ صرف یہ کہ افراد معاشرہ کو برضاء و رغبت قابل قبول ہو گا بلکہ اللہ جل شانہ کی طرف سے بھی اس کو قبول کیا جائے گا بشرطیکہ وہ قرآن و سنت کی قطعیات سے متصادم نہ ہو۔ جو فیصلہ افراد معاشرہ یا ان کے نمائندگان کے مشورے سے نافذ کیا جاتا ہے اس پر عمل کرنا آسان ہوتا ہے بنسبت ایسے احکام کے جن کی تنفیذ میں افراد معاشرہ یا اُن کے نمائندگان کی رائے شامل نہ ہو۔

تحقیق کا بنیادی سوال:

۱۔ کیا نبی ﷺ امور ریاست میں محض وحی پر اکتفا فرماتے یا صحابہ کرامؓ سے مشاورت بھی فرماتے تھے؟

۲۔ ریاست نبویہ ﷺ میں مشاورت کی کیا اہمیت تھی؟

مفروضہ تحقیق:

۱۔ عہد نبوی ﷺ کا نظم ریاست شورائی تھا۔

۲۔ عہد حاضر کی ریاستوں میں مشاورتی عمل سیرت نبویہ سے مستفاد ہے۔

مشاورت کا نبوی طرز عمل:

نبی کریم ﷺ مہبط وحی ہونے کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کامل ہدایت پر تھے لیکن آپ کو مشورہ کرنے کا حکم فرمایا گیا چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہوا:

"وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ"[1]

"ان (صحابہ) سے معاملات میں مشورہ کیا کریں"

جناب رسول اللہ ﷺ نے تمام امور دینیہ، دنیویہ اور سیاسیہ میں اپنے صحابہ کرام علیہم الرضوان سے مشورہ فرمایا بلکہ آپ کثرت سے مشورہ فرماتے۔ جناب ابوہریرہؓ سے روایت ہے۔

"ما رأيت احدًا أكثر مشورةً لأصحابه من رسول الله ﷺ"[2]

"میں نے کسی کو اتنا زیادہ مشورہ کرتے ہوئے نہیں دیکھا جتنا رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ کرام (علیہم الرضوان)

کے ساتھ کثرت سے مشورہ فرماتے۔"

مشورہ کے بعد کسی حکم کو نافذ کرنا کامیابی کی دلیل ہے حدیث مبارک میں ہے۔

"ما هلك إمرؤ عن مشورة ولا سعد بتوحد"[3]

"مشورہ کرنے والا کبھی ہلاک نہیں ہوا اور تنہا فیصلہ کرنے والا کبھی سعادت مند نہیں ہوا۔"

اہمیت مشاورت:

اگر کوئی مسئلہ اجتماعی ہو تو زیادہ سے زیادہ لوگوں سے مشورہ کرنا اور اکثریت کے مطابق کسی نتیجہ تک پہنچ جانے کے بعد اسے نافذ کرنا اس کی قبولیت کی ضمانت ہوتا ہے کیونکہ جب زیادہ لوگ اس کے حق میں ہوتے ہیں تو اس پر عمل کرنے میں بھی ان کو کوئی دقت نہیں ہوتی اور اگر ایسے فیصلے میں کوئی سقم بھی رہ جائے تو تمام تر ذمہ داری رئیس قوم پر عائد نہیں ہوتی۔ اس طرح رئیس قوم یا اس کے قائم مقام ادارہ کسی بھی ایسے رد عمل سے محفوظ رہتا ہے جو ملک یا ملکی اداروں کے انتشار کا سبب بنتا ہے۔ مشاورت باہمی افادہ و استفادہ کی ایسی بہترین صورت ہے جس سے مشورہ کرنے والا اور مشورہ دینے والا دونوں مستفیض ہوتے ہیں۔ مشورہ طلب کرنے والا اپنی انانیت، تکبر، رعونت اور فکری برتری جیسے امراض اور ذہنی و قلبی اوصاف ذمیمہ سے پاک ہو کر عاجزی، انکساری اور احتیاجی کے اظہار کی بدولت کسی میدان میں ناکام نہیں ہوتا بلکہ بہت سارے افکار کی روشنی میں اپنی زندگی کے معاملات یا اجتماعی مفاد کے امور میں ایسا جچا تلا فیصلہ کرنے میں کامیاب ہوتا ہے جو پورے معاشرے کی کامیابی کا سامان بہم پہنچاتا ہے۔ دوسری طرف مشورہ دینے والے کو اپنی خداداد صلاحیتوں کو مخلصانہ اور ایمانی جذبہ کے ساتھ بروئے کار لانے کا موقع میسر آتا ہے اور وہ اپنی فکری قابلیت سے خود کو "خير الناس من ينفع الناس"[4] کا مصداق بنانے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے اس شخص کے لئے جس سے مشورہ طلب کیا جائے، یہ راہ متعین فرمادی ہے کہ وہ امت کی خیر خواہی کو ملحوظ رکھے کیونکہ دین اسلام ہے ہی خیر خواہی کا نام چنانچہ آپ نے فرمایا "الدين النصيحة"[5]۔ خصوصاً جن لوگوں کو فراست ایمانی کا نور دیا گیا ہے وہ ارباب حل و عقد اس اعتبار سے مرجع خلائق ہیں کہ ان کو قرآن و سنت اور سیرت طیبہ نبویہ سے مستفاد ایسا نور دیا جاتا ہے کہ وہ بنیادی اصول و ضوابط میں اپنی بشری صلاحیتوں کو پوری قوت سے بروئے کار لاتے ہیں تو ان کا فیصلہ امت میں رائج و نافذ ہو کر عنداللہ مقبول ہو جاتا ہے اور اگر اس میں کہیں کوئی کمزوری بھی رہ جائے تو تب بھی یہ صاحب حل و عقد ماجور ہوتا ہے۔[6]

ہر شخص ہر مسئلے کے حل کے لئے مشورہ دینے کا اہل نہیں ہوتا لیکن ہر شخص کسی نہ کسی مسئلے میں ضرور مشاورت کا حق رکھتا ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے کوئی ایسی خوبی ضرور عطا فرمائی ہوتی ہے جو اسے دوسروں سے ممتاز کرتی ہے۔

دین اسلام پوری دنیا میں غلبے کی صلاحیت رکھتا ہے اور رسول اعظم ﷺ کی بعثت کا ایک مقصد عظیم یہ بھی ہے کہ آپ اس کے غلبے کی راہ ہموار فرمائیں۔ قرآن حکیم میں فرمان باری تعالیٰ ہے۔

"هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ"[7]

غلبہ دین کے لئے ایک معمول بہا ذریعہ سیاسی طاقت و اقتدار کا حصول بھی ہے۔ یعنی زمام حکومت کو ایسے ہاتھوں میں دینا کہ وہ اپنی خواہش کے غلام نہ ہوں بلکہ اللہ تعالیٰ کے نائب بن کر اسی کے احکام کو نافذ کرنے میں پوری طاقت صرف کریں۔

اس مقصد عظیم کے لئے خود رسول اعظم ﷺ نے اسلامی سیاست کے ذریعے اسلامی ریاست کے قیام کے لئے جدو جہد فرمائی اور بہت ہی کم عرصے میں ریاست مدینہ کے قائم فرمانے میں باوقار طریقے سے کامیاب ہوئے۔ اس کے لئے آپ نے وہ مناسب طریقہ بھی اختیار فرمایا جو اہل عرب میں متعارف تھا یعنی مختلف قبائل سے معاہدات، افرادی قوت کا حصول، اجتماعیت، جنگی و عسکری طریقِ دفاع اور ریاست کی جغرافیائی سرحدوں میں وسعت کی جدو جہد وغیرہ۔ خصوصاً دورِ جاہلیت میں کمزور طبقات، غالب و طاقتور طبقات کے ساتھ حلف و معاہدہ کرکے اپنے علاقوں، افراد اور مفادات کے تحفظ کی سبیل کرتے اور اس طرح حلیف و حریف گروہ مختلف امور میں ریاستی سیاست کی حکمت عملی مرتب کرتے رہتے، ان حالات میں نبی کریم ﷺ نے اپنے صحابہ کرام سے ہر ہر قدم پر مشاورت فرمائی۔ خصوصاً جنگی، دفاعی اور سیاسی امور میں اسی شورائی طریقے سے ایسا حل نکالا جو اکثریت کے لئے قابل قبول ہو۔ ریاست مدینہ میں غزوات و سرایا، دفاع و توسیع مملکت، سیاست کا ایک اہم میدان تھا۔ آپ ﷺ نے اس متعارف سیاسی طریق کو اپنایا اور ایسے نقوش قائم فرمائے کہ رہتی دنیا تک ان کی روشنی سے اقتباس کیا جاتا رہے گا۔

سیرت نگاری میں یہی وہ پہلو ہے جس پر سب سے پہلے خصوصی توجہ دی گئی اور سیر و مغازی کے نام سے تدوین حدیث کے ساتھ ساتھ تدوین سیرت کے اس عنوان کو متعارف کروایا گیا۔

غیر مسلموں کے ساتھ تعلقات اور مشاورت:

مشکل مراحل میں دیگر قوموں کے ساتھ جنگ یا صلح کا فیصلہ قوموں کی زندگی موت اور ملکوں کے مستقبل کو متعین کرتا ہے۔ ایسے موقع پر بہت ہی سنجیدہ، مخلصانہ اور حکمت سے آراستہ فیصلے کیے جاتے ہیں اسی لئے نبی کریم ﷺ نے ایسے مواقع پر مجالس مشاورت قائم فرمائیں اور تمام متعلقہ لوگوں سے مشورہ فرمایا۔

عصر مذکور کی سیاست کا محور حرب و جنگ، دفاع و حفاظت اور وسعت حدود تھی، سو ان تمام امور میں منصب نبوت پر فائز ہونے کے باوجود مشاورت فرمانا یقیناً اس کی اہمیت مسلمہ کی دلیل ہے۔ ہجرت کے بعد جنگ بدر حق و باطل کا پہلا باقاعدہ اور نہایت ہی فیصلہ کن معرکہ تھا جس میں ایک ایسی قوت سے نبرد آزما ہونا تھا جس کی حیثیت، آلات حرب کی بہتات اور رعب و دبدبہ مسلمہ تھے جبکہ مسلمانوں کی تعداد بہت کم تھی، افرادی قوت اور سامان جنگ بھی ناکافی تھا اس کے باوجود رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ کرام سے مشاورت کے ساتھ ایسی حکمت عملی ترتیب دی کہ برسوں کی مضبوط طاقت کی جڑوں کو ہلا کر رکھ دیا اور اس کی بقاء کو چیلنج کر دیا۔ اس موقع پر جا بجا اور ایسے لوگوں سے مشاورت کی گئی جن سے مشاورت ضروری تھی، بنیادی طور پر مہاجرین کے ساتھ مشورہ کیا گیا جو سب سے زیادہ با اعتماد تھے۔ اس کے بعد انصار مدینہ سے ان کی رضا و رغبت کے لئے مشورہ انتہائی ضروری تھا کیونکہ ان لوگوں نے نبی کریم ﷺ سے مدینہ طیبہ کے اندر رہتے ہوئے دفاع اور مدد کی بیعت کی تھی اور اب مدینہ طیبہ سے باہر نکل کر اپنے سے کئی گنا زیادہ دشمن کا راستہ روکنا اور اس سے فیصلہ کن جنگ کرنے کا معاملہ تھا۔ اس لئے بار بار رسول اللہ ﷺ فرماتے "أشيروا علّي، أشيروا علي"[8]۔ چنانچہ انصار مدینہ اس اشارے کو سمجھ گئے اور پھر عہد و وفا کے لئے ایسی جراءت مندانہ گفتگو کی کہ نبی رحمت ﷺ نہ صرف یہ کہ خوش ہوگئے بلکہ دشمن سے ٹکرانے کا فیصلہ فرمایا۔[9]

اس سے ایک خصوصی ہدایت مترشح ہوتی ہے کہ مشورے میں بھی بعض لوگ قابل ترجیح ہوتے ہیں اور اس کا فیصلہ سربراہ قوم کو کرنا ہوتا ہے کہ کس جماعت کے مشورے میں کتنی اہمیت ہے اور کس کی ہاں اور ناں میں کسی بھی مسئلے کا فیصلہ موقوف ہے۔ کیونکہ ایسے لوگوں کی عدم رضا سے نہ صرف اہداف کا حصول مشکل ہوتا ہے بلکہ خود اپنی جماعت کے وجود اور اس

کے اتحاد کو بھی خطرات لاحق ہو جاتے ہیں۔

میدان جنگ میں ایک اہم مسئلہ یہ ہوتا ہے کہ لشکر کس سمت اور کس جگہ خیمہ زن ہو، نبی کریم ﷺ نے میدان بدر میں ایک جگہ پڑاؤ کا حکم دیا، سامان جنگ رکھنا شروع ہوا تو حضرت حباب بن منذرؓ عرض گزار ہوئے کہ اس جگہ کا انتخاب اللہ کے باقاعدہ حکم سے ہے جس سے آگے پیچھے ہونا جائز نہیں یا صرف ایک جنگی چال ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ محض ایک رائے اور حربی چال ہے۔ حضرت حبابؓ نے عرض کیا میرا مشورہ ہے کہ اس جگہ کے بجائے اگر آپ آگے بڑھ کر پانی کے حوضوں کے قریب پڑاؤ کا حکم فرمائیں تو یہ بہتر ہوگا کیونکہ اس طرح پانی کو بطور جنگی چال کے استعمال کیا جاسکے گا۔ اس پر جناب رسول اللہ ﷺ نے وہاں پڑاؤ کا حکم دیا جس جگہ کا مشورہ حباب بن منذرؓ نے دیا تھا۔[10]

سادہ طریق مشاورت:

نبی کریم ﷺ نے مشاورت کے عمل کو اس قدر عام اور سادہ رکھا ہوا تھا کہ کوئی بھی صحابی مشورہ پیش کرنے کی جسارت کرسکتا تھا۔ مذکورہ واقعہ میں فرد واحد جس سے مشورہ طلب بھی نہ کیا گیا تھا اس کے مشورے کے مطابق فیصلہ کیا گیا۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ مشورہ صرف ان معاملات میں ہوگا جن میں کوئی واضح نص نہ ہو اور فرد واحد کا مشورہ تب قابل قبول ہوگا جب دوسرے لوگوں کی آراء اس کے مخالف نہ ہوں بلکہ اسی سے یہ بھی اصول واضح ہوتا ہے کہ سربراہ قوم کو یہ اختیار ہوتا ہے کہ وہ جس کے مشورے کو چاہے اپنے فیصلے کی بنیاد بناسکتا ہے۔

حالات جنگ میں دشمن کا ہدف اولین مخالف قوت کی قیادت کو نقصان پہنچانا ہوتا ہے جس کی فکری قوت تمام جنگی اسلحہ کی قوت سے بھی زیادہ مؤثر ہوتی ہے اسی کی ہدایت کامیابی یا ناکامی کو متعین کرتی ہے۔ اس لئے ہر لشکر بطور خاص اپنی قیادت کو عملی طور پر میدان میں اتارنے کے بجائے اسے ایک محفوظ مقام پر ٹھہراتا ہے، اس کی حفاظت کرتا اور پھر اس سے ہر قدم پر ہدایت لے کر آگے بڑھتا یا پیچھے ہٹتا ہے۔ بدر میں اسلام دشمن قوتوں کی تمام تر دشمنی کا ہدف جناب رسول اللہ ﷺ کی ذات تھی اس لئے صحابہ کرام نے باہمی مشورے سے آپ کے لئے ایک بلند جگہ پر عریش بنانے کی رائے پیش کی تو آپ نے اسے قبول فرمایا۔[11]

مشاورت کا یہ واقعہ اس بات کو بھی واضح کرتا ہے کہ افراد جماعت باہم مشورہ تو کرسکتے ہیں لیکن حتمی، قطعی اور آخری فیصلہ رئیس قوم ہی کو کرنا ہوتا ہے اور یہ کہ فیصلہ صرف شخص واحد کرتا ہے اور باقی تمام ممبران اس کے لئے اپنی اپنی آراء پیش کرنے کے مجاز ہوتے ہیں، البتہ سربراہ کا یہ فریضہ ہوتا ہے کہ وہ تمام ممبران شوریٰ کے مشوروں کو پوری دیانتداری سے سنے اور ان کی روشنی میں فیصلہ مرتب کرے۔ اور اگر یہ قوت فیصلہ کسی ادارے کو تفویض کردی جائے تو یہ ادارہ بھی شخص واحد کا درجہ رکھے گا لیکن اس میں بھی ایک ہی شخص کو مرکزی حیثیت دینا پڑے گی۔

جنگ بدر میں فتح مبین حاصل کرنے کے بعد ایک مرتبہ پھر مجلس مشاورت قائم کی گئی اور یہ مسئلہ زیر بحث لایا گیا کہ اسیران جنگ کے بارے میں کیا فیصلہ کیا جائے۔ یہ موقع بھی بہت اہم تھا کیونکہ پہلی بار کثیر تعداد میں اپنے دشمنوں کو ہمیشہ کے لئے غلام بنانا تھا یا انہیں آزاد کرکے اور نئی زندگی دے کر احسان کے زیر بار کرنا تھا۔ اس میں بھی قانون ترجیح کو مد نظر رکھا گیا مشورہ انصار ومہاجرین دونوں سے کیا گیا لیکن ترجیح بہر حال اہل ہجرت کو دی گئی کیونکہ اسیران سب کے سب ان کے ہم وطن اور اعزہ واقارب تھے۔ اس میں دو اہم تجاویز سامنے آئیں ایک رائے ابن رواحہ اور ابن حبیش کی تھی۔ انہوں نے عرض کیا:

"أعداء الله كذبوك، وآذوك، وأخرجوك، وقاتلوك، وأنت بوادٍ كثير الحطب فاجمع لهم حطبا كثيرا فاضرم عليهم نارًا"[12]

"یہ اللہ کے دشمن ہیں جنہوں نے آپ کو جھٹلایا، اذیت دی، آپ کو گھر سے نکالا، آپ سے قتال کیا اور آپ اس وقت ایک ایسی وادی میں ہیں جہاں بہت زیادہ لکڑیاں ہیں تو آپ لکڑیوں کو جمع کروا کر ان کو آگ لگائیں اور ان کو اس میں جلادیں۔"

کچھ اسی طرح کا مشورہ جناب سیدنا عمرؓ نے عرض کیا کہ جس جس صحابی کا کوئی رشتہ دار گرفتار ہے اسے اسی کے سپرد کر یں تاکہ وہ خود اسے قتل کرے۔[13] لیکن جناب سیدنا صدیق اکبرؓ نے فدیہ لے کر آزاد کردینے کا مشورہ دیا اور یہی مشورہ نبی کریم ﷺ نے پسند فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے اس فیصلے کو برقرار رکھا لیکن اس کے بعد ایسا فیصلہ کرنے سے منع فرمادیا گیا۔[14] اس سے فقہاء اسلام نے فدیہ لے کر آزاد کرنے، غلام بنانے، مالی فدیہ کے علاوہ کوئی اور فدیہ مقرر کرنے اور قیدیوں کے متعلق بہت سارے بنیادی مسائل کا استنباط کیا ہے۔

ممبر مجلس شوریٰ کا فرض:

جب رئیس قوم مشاورت میں پیش کی جانے والی آراء کی روشنی میں فیصلہ کردے تو اب کسی کے لئے یہ جائز نہیں ہو گا کہ وہ اس فیصلے سے انکار کرے یا اپنے مشورے پر مصر ہو۔ اگر کوئی ممبر ایسا کرے گا تو یہ اس کے خلوص کو مشکوک بنادے گا۔ چنانچہ اس کا مظاہرہ جنگ احد سے متعلق مشورے میں ہوا۔ جب نبی کریم ﷺ نے مشاورت طلب فرمائی تو عبداللہ بن ابی نے مدینہ طیبہ ہی میں رہ کر اپنا دفاع کرنے کا مشورہ دیا اور نبی کریم ﷺ کا بھی میلان اسی طرف تھا لیکن کچھ پُرجوش نوجوان صحابہ کرام نے مدینہ طیبہ سے باہر نکل کر اپنی شجاعت و بہادری کی تاریخ رقم کرنے کی گذارش کی۔ نبی کریم ﷺ نے اسی مشورے کو شرف قبولیت بخشا اور لباس جنگ زیب تن فرمالیا، جب نوجوانوں کو اپنی غلطی کا احساس ہوا تو انہوں نے عرض کیا کہ جیسے آپ کی مرضی ہو ویسے ہی فرمائیں لیکن آپ نے فرمایا کہ نبی کی یہ شان نہیں کہ وہ جنگ کے اوزار پہن کر بلا جنگ کئے اتار دے۔[15]

اس سے قرآنی حکم "وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ ۖ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ"[16] کی طرف بھی اشارہ ہے کہ جب مشاورت کے بعد کوئی حتمی فیصلہ کیا جائے تو اسے بار بار بدلنے کی بجائے اس پر عمل کو پوری ہمت کے ساتھ یقینی بنایا جائے۔ فیصلوں کو بار بار بدلنا عزم و ہمت کے خلاف اور کمزوری کی دلیل ہے۔

جنگ احد میں حتمی فیصلہ سننے کے بعد ابن ابی نے یہ کہہ کر ساتھ جانے سے انکار کردیا کہ اس کا مشورہ نہیں مانا گیا بلکہ اپنے تقریباً تین سو ساتھیوں سمیت راستے ہی سے واپس آگیا۔[17] ابن ابی کا یہ عمل دلیل نفاق ٹھہرا۔ جس کا معنی یہ ہے کہ مجلس مشاورت کے ہر ممبر کا استحقاق صرف مشورہ دینے کا ہوتا ہے اور فیصلہ کرنا بہر حال رئیس قوم کا حق ہوتا ہے اور سربراہ جو بھی فیصلہ کرے تمام ارکان کے لئے اس کا ماننا ضروری ہوگا اور کسی فریق کا فیصلے کو قبول نہ کرنا اور اپنی رائے پر مصر ہونا، اپنی حدود سے تجاوز کرنے کے مترادف ہوگا۔

مشورے کے مطابق فیصلہ:

نبی کریم ﷺ نے مشاورت کے بعد فیصلہ فرمانے میں ہمیشہ اس بات کو ملحوظ رکھا کہ فیصلہ کسی ایک مشورہ کے مطابق ہی فرمائیں یعنی کبھی بھی آپ نے تمام مشوروں کو رد کرکے کوئی الگ فیصلہ نہیں فرمایا جس کا معنی یہ ہوا کہ امیر قوم کی

دانش مندی، فراست اور اخلاص کا تقاضا یہ ہے کہ وہ کسی ایک مشورہ ہی کو اپنے فیصلے کی بنیاد بنائے تاکہ یہ تصور کہیں بھی نہ ابھرے کہ مشاورت محض ایک رسمی کاروائی ہے۔

سربراہ کا فیصلہ نہ ماننا یا اس پر من وعن عمل نہ کرنا نقصان کا باعث ہوتا ہے۔ چنانچہ اس کا اظہار بھی احد کی جنگ میں ہوا کہ جب حضرت عبداللہ بن جبیرؓ کی سربراہی میں پچاس نوجوانوں نے اس جگہ کو بلا اجازت چھوڑا جہاں ان کی ڈیوٹی لگائی گئی تھی تو اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمانوں کو بہت نقصان اٹھانا پڑا۔[18]

نبی کریم ﷺ سے کامل العقل اور فہم میں اتم کوئی دوسرا نہیں ہو سکتا اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام مہارتوں کا چشمہ فیض بنایا ہے لیکن آپ نے اپنے صحابہ کرام سے ہمیشہ اہم امور میں فیصلہ فرما کر اہل مہارت وحذاقت کے لئے بھی یہ راہ متعین فرمائی ہے کہ انہیں بھی مشورے کی برکات حاصل کرنی چاہیے اور اپنی مہارت پر بھروسہ نہیں کرنا چاہیے سیرت طیبہ میں اس کی تعلیم بھی واضح ہے۔ جب آپ نے حضرت حسان بن ثابتؓ کو کفار کی ہجو کا جواب دینے کا فرمایا تو ساتھ ہی فرمایا کہ ہجو کرنے والے میرے قبیلے کے لوگ بھی ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ تم ان کی ہجو کا جواب دو اور بالواسطہ میری ہجو کا ارتکاب کر بیٹھو اس لئے تم ابوبکرؓ سے مشاورت کر لینا کیونکہ وہ انساب عرب کے ماہر ہیں۔ چنانچہ جناب حسانؓ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے مشورہ کیا۔[19]

اس حکم ترغیبی کا معنی بالکل واضح ہے کہ ایک ماہر کے بھی دوسرے ماہر سے مشورہ کرنے میں خیر کا پہلو ہے خصوصاً ایک شخص ایک مسئلے کے ایک پہلو میں مہارت رکھتا ہے لیکن دوسرے زاویے سے اس مہارت وممارست کا حامل نہیں تو اسے اس جہت کے تجربہ کار سے مشورہ لینے میں بھلائی اور کامیابی ہے جناب حسان شعر گوئی میں مہارت رکھتے تھے لیکن انساب عرب میں ان کا وہ مقام نہیں تھا جو جناب صدیق اکبرؓ کا تھا اس لئے ان سے مشاورت کا حکم فرمایا گیا۔

غزوہ خندق بھی مشاورت سے کامیابی حاصل کرنے کی بہترین مثال ہے۔ جب کفر پوری قوت سے مدینہ طیبہ پر چڑھائی کی جسارت کرکے سر پر آن کھڑا ہوا تو اس بہت ہی نازک موقع پر قدم قدم کی تدبیر کی گئی۔ اس موقع پر حضرت سلمان فارسی نے خندق کھودنے کا مشورہ دیا۔[20] یہ ایک نیا تجربہ تھا جس پر عمل کرنے میں جناب رسول اللہ ﷺ خود شریک ہوئے اور اسی مشورے پر عمل کرنے کی وجہ سے شہر کا دفاع آسان ہوا اسی لئے اس حادثے کا نام بھی غزوہ خندق مشہور ہوا۔

اس مرحلے پر نبی کریم ﷺ نے اپنے عمل سے یہ سبق سکھایا کہ امیر قوم یا کسی بڑے مرتبے والے کو چھوٹے سے چھوٹے اور اپنے مقابلے میں کم حیثیت کے فرد کی رائے کو بھی بغور سننا چاہیے اور اسے قبول کرنا چاہیے کیونکہ بسا اوقات اسے بھی کسی مسئلے میں حذاقت اور مہارت حاصل ہو سکتی ہے اور اس کی اس رائے میں بھی خیر کا پہلو نکل سکتا ہے۔ اور اگر کوئی مشورہ ناقابل قبول بھی ہو تو مشورہ دینے والے کی حوصلہ شکنی نہ کی جائے بلکہ اس کی حوصلہ افزائی کی جائے تاکہ اسے آگے بڑھ کر سوچنے سمجھنے اور معاملات میں تدبیر کرنے کا ذوق پیدا ہو اور ایک دن وہ بھی نہ صرف یہ کہ درست مشورہ دے سکے بلکہ قیادت کا اہل ہو سکے۔

تقرر مشیر کا معیار:

خصوصی مشیروں کے تقرر میں بھی سیرت طیبہ میں ہدایت ورہنمائی کا وافر سامان موجود ہے۔ جو شخص جس میدان میں مہارت رکھتا ہو اسے باقاعدہ طور پر مشیر مقرر کرنا سنت کا درجہ رکھتا ہے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

"ہر نبی کے آسمان وزمین میں دو دو وزیر ہوتے ہیں اور میرے بھی دو وزیر آسمان میں ہیں اور دو وزیر زمین میں ہیں

آسمان کے وزیر جبریل و میکائیل ہیں اور زمین کے وزیر ابو بکر و عمر ہیں۔"[21]

جس کا معنی یہ ہے کہ آسمان کے معاملات میں چونکہ جبرائیل و میکائل کو مہارت ہے تو آسمانی معاملات میں میں ان سے مشورہ کرتا ہوں اور زمینی معاملات میں امور زمین کے ماہرین سے مشورہ کرتا ہوں۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ صرف ماہرین سے مشورہ پر اکتفاء کرنا بھی سیرت طیبہ سے ثابت ہے اور یہ کہ کثرت کا مشورہ قلّت کے مقابلے میں زیادہ اہم اور مضبوط ہوتا ہے۔

جناب رسالت مآب ﷺ کی ظاہری حیات میں امور ریاست و سیاست اسلامی کا اظہار زیادہ تر دوسری قوموں کے ساتھ معاملات اور آتشین ماحول میں آشتی کے قیام کی صورت میں ہوا جس کے لئے بسا اوقات دشمنانِ امن کے ساتھ حرب و جنگ کی نوبت بھی آجاتی، ایسے حالات میں جو پالیسی ترتیب دی گئی ان میں ہر جگہ آپ کا صحابہ کرام کے ساتھ مشاورت کا عمل برابر جاری رہا۔ جیسا کہ جناب ابوہریرہ کی روایت گزر گئی ہے کہ:

"ما رأيت أحدا كثير مشورة لأصحابه من رسول الله ﷺ"[22]

"میں نے اتنا کثرت سے کسی کو مشورہ کرتے نہیں دیکھا جتنا زیادہ اور کثرت سے مشورہ رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ سے فرماتے۔"

حدیبیہ میں آپ نے اہل مکہ سے قتال کرنے کے متعلق مشورہ طلب فرمایا۔ تو جناب صدیق اکبرؓ نے حکیمانہ انداز میں عرض کیا کہ ہم چونکہ مدینہ طیبہ سے عمرہ کی نیت سے نکلے ہیں اس لئے ہمیں قتال کی ابتداء کرنے کے بجائے قریش مکہ کے رد عمل کا انتظار کرنا چاہیے۔ البتہ اگر وہ بیت اللہ سے ہمیں روکیں اور ادائیگی عمرہ سے منع کریں تو تب ہمارے لئے قتال کا جواز مل جائے گا آپ ﷺ نے اس مشورہ کو پسند فرمایا اور اسی پر عمل فرمایا۔[23] اگر آپ چاہتے تو بلا مشورہ بھی کوئی حکم صادر فرمادیتے لیکن اپنی عادت کے مطابق مشاورت کے بعد فیصلہ فرمایا اور یقیناً آپ کا رجحان بھی اسی طرف ہی ہوگا۔

مشورہ نہ کرنے کا نقصان:

اپنی اس حکیمانہ، مدبرانہ اور معلمانہ عادت کی حکمت و افادیت کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے اور مستقبل کے امراء کو مشاورتی عمل کی افادیت اور عدم مشاورت کے نقصانات سے مطلع فرمانے کے لئے ارشاد فرمایا:

"إذا كانَ أمَرَاؤُكُمْ خيارَكُمْ وَ أغْنيَاؤُكُمْ سُمحاءَكُمْ وَ أمْرُكُمْ شُورى بيْنكُمْ فظهرُ الْأرْضِ خيْرٌ لكُمْ مِنْ بطْنِهَا و إذا كانَ أُمَراؤُكُمْ شرارَكُمْ وَ أغْنياؤُكُمْ بُخلاءَكُمْ وَ أمورُكُمْ إلَى نسائِكُمْ فبطْنُ الْأرضِ خيْرٌ لكُمْ منْ ظهرِهَا"[24]

" جب تمہارے امراء وہ ہوں گے جو تم میں سے اچھے ہوں گے اور تمہارے مالدار سخی ہوں گے اور تمہارے معاملات باہمی مشاورت سے طے پائیں گے تو تب زمین پر زندہ رہنا تمہارے لئے مرکز زیر زمین جانے سے بہتر ہو گا۔ لیکن اگر تمہارے امراء وہ لوگ ہوئے جو تم میں سے شریر اور فسادی ہوں۔ تمہارے مالدار لوگ بخیل ہوں اور تمہارے امور کا فیصلہ باہمی مشاورت سے نہ ہو تو تب تمہارے لئے زمین پر زندہ رہنے سے مر جانا بہتر ہوگا۔"

نبی کریم ﷺ نے عزت کے ساتھ جینے کا جو اصول بتایا اس کا ایک اہم جز و باہمی مشاورت ہے اور "أمراءکم" کے لفظ سے بطور خاص سیاست و ریاست کے امور میں مشاورت کی ضرورت کی طرف بھی اشارہ ہے کہ جب تمہارے امور ریاست و سیاست مشاورت سے ترتیب پائیں گے تو تمہیں عزت کے ساتھ زندہ رہنے کا حق بھی دیا جائے گا اور اگر مشاورت کے بجائے

تحکمانہ انداز حکمرانی اختیار کیا گیا تو پوری قوم کو مجموعی ذلت سے کوئی نہیں بچا سکے گا۔ اس اصول نبوی کی روشنی میں یہ کہنا کس قدر بجا ہے کہ عزت وذلت کی زندگی میں فرق مشاورت اور عدم مشاورت کا ہے اور مشاورت باہمی عزت کی ضمانت ہے۔

ریاست کی بنیادی اکائی اور مشاورت:

ریاست کا متعارف معنٰی اگر چہ ایک ملک اور ایک وطن ہوتا ہے لیکن اس کی بنیادی اکائی ایک گھرانہ اور خاندان ہے۔ جس میں باپ یا سربراہ خاندان کی سربراہی میں مختلف گھریلو امور کو طے پانا ہوتا ہے۔ یہی وہ بنیادی ریاست ہے جس میں عملی تربیت پانے والے اشخاص ہی ملکوں کے معاملات میں نہ صرف یہ کہ اپنا بھرپور اور مثبت کردار ادا کرتے ہیں، ملی قوانین کا احترام کرتے ہیں بلکہ ملک کی باگ ڈور سنبھال کر اسے ایک گھرانے کی طرز پر کامیابی کے ساتھ چلا بھی سکتے ہیں اور وہی ملک کامیابی سے چلتا ہے جسے ایک گھر کی طرح چلایا جائے۔

گھریلو زندگی میں اولاد والدین، میاں بیوی اور بہن بھائیوں کے درمیان بہت سے اساسی امور کا فیصلہ ہونا ہوتا ہے۔ اولاد کی پیدائش سے لے کر ان کی شادی بیاہ تک اور دوسری طرف میاں بیوی کے رشتہ ازدواج سے لے کر ان کے بڑھاپے اور پھر وفات تک ہر مرحلہ باہمی مشاورت کا متقاضی ہوتا ہے کیونکہ اس میں گھر کے تمام افراد کا نفع، نقصان اور جذبات وابستہ ہوتے ہیں۔ بچپن کی تربیت، تعلیم اور اولاد کے عقد و نکاح کے معاملات نہ صرف میاں بیوی بلکہ خود اولاد کو شریک مشورہ کرکے تکمیل سے ہمکنار کیے جاتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے خصوصاً بیٹی سے اس کے مستقبل کے بارے فیصلہ کرتے وقت مشورہ لینے اور اس کی رضا معلوم کرنے کا حکم دیا ہے کیونکہ نکاح کی صورت میں ایک عورت پوری زندگی کے لئے اپنا حاکم وسرپرست کا انتخاب کرتی ہے جس میں خود اسے شریک نہ کرنا کسی طرح بھی درست نہیں، چنانچہ آپ ﷺ کا فرمان ہے:

"الثيب تعرب بلسانها والبكر رضاها صمتها"[25]

اور یہ گھریلو یا نجی ریاست اور اس کی سیاست ہے جس کا مدار مشاورت پر ہے۔

عمومی معاملات میں مشاورت:

نجی معاملات سے لے کر ملکی معاملات تک افراد خانہ اور افراد وطن کے علاوہ دوسرے معتمد اشخاص سے بھی مشورہ طلب کرنا سیرت کا حصہ ہے۔ چنانچہ سیدہ عائشہ صدیقہؓ کے بارے میں منافقین اور ان کے ہمنواؤں کی ہرزہ سرائی کے موقع پر آپ نے نہ صرف اپنے صحابہ کرام میں سے مردوں سے مشاورت طلب فرمائی بلکہ لونڈیوں تک کو بھی شریک مشورہ فرمایا۔ اور ان کی رائے معلوم فرمائی۔[26] جن لوگوں نے آپ کی شریک حیات سیدہ عائشہ صدیقہؓ کے بارے ناگفتہ بہ باتیں کی تھیں تو ان کے بارے فیصلہ کرنے کے لئے بھی مشاورت فرمائی کیونکہ اس کا تعلق صرف آپ کی ذاتی زندگی سے نہیں تھا بلکہ بالواسطہ امور سیاست وریاست کے ساتھ بھی تھا، آپ ﷺ نے فرمایا:

"أَشِيرُوا عَلَيَّ فِي أُنَاسٍ أَبَنُوا أَهْلِي، وَايْمُ اللَّهِ مَا عَلِمْتُ عَلَى أَهْلِي مِنْ سُوءٍ"[27]

باوجود اس کے کہ آپ معاملے کی حقیقت اور اپنے اہل خانہ کی طہارت و عفت سے بخوبی واقف تھے پھر بھی مشاورت کے عمل کو مسنون قرار دینے کے لئے اپنایا اور اس کی ترغیب دی۔

مشاورت کا تاریخی تسلسل:

مشاورت کا عمل اہل سیاست کا ہمیشہ سے طریق رہا ہے۔ ملکہ سبا کے پاس جب سیدنا سلیمان علیہ السلام کا مکتوب پہنچا تو

اس نے بھی اپنے درباریوں سے مشورہ طلب کیا اور کہا "اَفْتُوْنِي فِي اَمْرِيْ مَا كُنْتُ قَاطِعَةً اَمْرًا حَتّٰى تَشْهَدُوْنِ"[28] اس کے جواب میں جناب سیدنا سلیمان علیہ السلام نے بھی اپنے غلاموں سے مشاورت کے بعد تمام فیصلے فرمائے۔

حضرت ابراہیمؑ نے باوجودیکہ وحی اور حکم الٰہی سے اپنے بیٹے کی قربانی کے معاملے کو حق الیقین کی حد تک جان لیا تھا پھر بھی جناب اسماعیلؑ سے ان کی رائے معلوم کی اور فرمایا:

"اِنِّی اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّی اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰی"[29]

مشورہ کا مقصد دوسروں کو معاملہ فہمی کی تربیت دینا اور معاملہ فہمی کا امتحان لینا بھی ہوتا ہے اس لئے حضرت ابراہیمؑ نے اپنے فرزند کی تربیت اور ایمان وایقان کی جانچ کے لئے ان سے رائے لی۔

دینی امور میں مشاورت:

امام الانبیاء تاج دار ختم نبوت ﷺ نے بعض ایسے دینی امور میں بھی اپنے صحابہ کرام کو شریک مشورہ فرمایا جن کا حکم بارگاہ الٰہی سے نہیں دیا گیا تھا تاکہ ان کی تربیت ہو اور ان کی جو تربیت کی گئی ہے اس کی کیفیت کو جانچا جا سکے۔ چنانچہ اوقات نماز کے بارے میں اعلان کرنے کے طریقے کے متعلق آپ نے صحابہ کرام سے رائے طلب کی اور فرمایا:

"اشيروا علينا بشئى يؤذن به أصحاب المسجد"[30]

"نمازیوں کو نماز کی اطلاع کے متعلق کسی طریقہ کا مجھے مشورہ دو۔"

مشورہ کی ضرورت وافادیت کے بارے میں آپ کا یہ فرمان بھی کس قدر حکمت ودانائی سے بھرا ہوا ہے:

"رأس العقل بعد الإيمان بالله مداراة الناس ولن يهلك رجل بعد مشورة وأهل المعروف في الدنيا هم أهل المعروف في الآخرة"[31]

"ایمان کے بعد سب سے عقل کی بات لوگوں کی مدارت کرنا ہے اور ایسا شخص کبھی ہلاک نہیں ہوگا جو مشورہ کرتا ہے اور جو لوگ دنیا میں اہل خیر ہیں وہ آخرت میں بھی اہل خیر ہوں گے۔"

تمام امور دنیوی ودینی میں کامیابی واصلاحی کے لئے جن بنیادی امور کا اپنانا ضروری ہے ان میں مشورہ کرنا اہم الامور کی حیثیت رکھتا ہے۔

سلسلہ وحی اور جناب جبریل علیہ السلام کی آمد ورفت کے دوران نبی کریم ﷺ کا اپنے صحابہ کرام سے مشورہ فرمانا اور ہر معاملے میں وحی کا انتظار نہ فرمانا اس بات کی بین دلیل ہے کہ اس کا مقصد امت کو مشورہ کی اہمیت بتلانا، اس کی عملی تربیت دینا اور اس عمل کو سنت کا درجہ دینا تھا اور یہ بھی کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے نہ صرف پسند فرمایا ہے بلکہ اس کا اپنے نبی ﷺ کو حکم بھی دیا ہے اور مشاورت نبوی اسی کی عملی صورت ہے۔ اہمیت مشاورت میں انتہائی اہم بات یہ ہے کہ اللہ جل شانہ جو شان بے نیازی وصدیت رکھتا ہے، کسی کی رائے یا مشورہ کا محتاج نہیں پھر بھی اس نے صورتاً ملائکہ عظام سے اپنے خلیفہ اول کی تخلیق کے بارے ان کی رائے کا اظہار کرایا، جس کا ایک مقصد اپنی مخلوق کو اس امر خیر کی تلقین وترغیب فرمانا تھا۔

نتائج تحقیق:

1. جس فیصلے کو مشاورت کے بعد نافذ کیا جائے وہ کامیاب ہوتا ہے کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کی مدد بھی شامل ہوتی ہے اور مختلف اذہان کی فکری قوت بھی۔

2 ہر دور کی کامیاب ریاستوں میں شورائی طریق کار مختلف شکلوں میں موجود رہا ہے جو اس طریق کے فطری ہونے کی دلیل ہے۔

3 عصر موجود کی وہی ریاستیں کامیاب ہیں جنہوں نے شورائی طریق نظم اختیار کیا ہے۔

4 قوت فیصلہ کے حامل ادارے کو حتمی فیصلہ کا حق ہوتا ہے لیکن وہ اخلاقی طور پر اس بات کا پابند ہے کہ ان آراء اور تجاویز کی روشنی میں فیصلہ کرے جو ارکان شوریٰ نے پیش کی ہیں تاکہ اعتماد کی فضا قائم رہے۔

5 جمہوری حکومتوں کا باہمی آراء سے استفادہ کرنا نبوی طرز سیاست کا تسلسل ہے۔

6 مشاورتی عمل میں عوامی نمائندگان کی شرکت سے فیصلوں کو پذیرائی ملتی ہے جس کی وجہ سے نفاذ احکام میں آسانی ہوتی ہے۔

7 اگر ریاست کو چلانے میں سیرت نبویہ سے استفادہ کیا جائے تو خصوصاً مسلم کمیونٹی کے افراد نظریاتی و روحانی طور پر اس برکات سے نہ صرف یہ کہ مستفید ہوں گے بلکہ مطمئن بھی ہوں گے یوں پورے ملک کا معاشرہ امن و سکون کا گہوارہ بن جائے گا۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

حوالہ جات (References)

[1] سورۃ الشوریٰ، ۲۸

Sūrah al Shūrā, 28

[2] احمد بن حنبل، المسند، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۴۲۱ھ، حدیث رقم: ۱۸۹۲۸

Aḥmad bin Ḥambal, *Al Musnad*, (Beirut: Mo'assasah al Risālah, 1421), Ḥadīth # 18928

[3] السرخسی، محمد بن احمد، شرح السیر الکبیر، الشرکۃ الشرقیۃ، ۱۹۷۱ء، حدیث رقم: ۴۷

Al Sarakhsī, Muḥammad bin Aḥmad, *Sharḥ al Siyar al Kabīr*, (Al Shirkah al Sharqiyyah, 1971), Ḥadīth # 47

[4] المتقی الہندی، علی بن حسام الدین، کنز العمال، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۴۰۲ھ، ۱۶: ۱۲۸

Al Muttaqī al Hindī, 'Alī bin Ḥussām al Dīn, *Kanz al 'Ummāl*, (Beirut: Mo'assasah al Risālah, 1402), 16: 128

[5] احمد بن حنبل، المسند، رقم الحدیث: ۳۲۸۱

Aḥmad, *Al Musnad*, Ḥadīth # 3281

[6] البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، دار طوق النجاۃ، مصر، ۱۴۲۲ھ، رقم الحدیث: ۷۳۵۲

Al Bukhārī, Muḥammad bin Ismā'īl, *Ṣaḥīḥ Al Bukhārī,* (Egypt: Dār al Tawq al Najāh, 1422), Ḥadīth # 7352

[7] سورۃ الصف، ۹

Sūrah al Ṣaff, 9

[8] الواقدی، محمد بن عمر، المغازی، باب بدر القتال، دار الأعلمی، بیروت، ۱۴۰۹ھ، ص: ۴۸

Al Wāqidī, Muḥammad bin 'Umar, *Al Maghāzī*, (Beirut: Dār al A'lamī, 1409), p: 48

[9] ایضاً، ص: ۴۸، ۴۹

Ibid., p: 48, 49

[10] ایضاً، ص: ۵۳، ۵۴۔ ابن ہشام، عبد الملک، السیرۃ النبویہ، مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ، ۱۳۷۵ھ، ۱: ۶۲۰

Ibid., p: 53, 54. Ibn Hishām, 'Abd al Malik, *Al Sīrah al Nabaviyyah,* (Maṭba'ah Muṣṭafa al Bābī al alabī, 1375), 1: 620

[11] ابن کثیر، اسماعیل بن عمر، السیرۃ النبویۃ، دار المعرفۃ، بیروت، ۱۳۹۰ھ، ۲: ۴۰۴

Ibn Kathīr, Ismā'īl bin 'Umar, *Al Sīrah al Nabaviyyah,* (Beirut: Dār al Ma'rifah, 1390), 2: 404

[12] احمد بن حنبل، المسند، حدیث رقم: ۳۶۳۴

Aḥmad, *Al Musnad*, Ḥadīth # 3634

[13] ابن شبہ، زید بن عبیدہ، تاریخ المدینۃ، حبیب محمد احمد، جدہ، ۱۳۹۹ھ، ۳: ۸۶۱

Ibn Shibbah, Zaid bin 'Ubaidah, *Tārīkh al Madīnah,* (Jeddah: Ḥabīb Muḥammad Aḥmad, 1399), 3: 861

[14] احمد بن حنبل، المسند، رقم الحدیث: ۱۵۵۵

Aḥmad, *Al Musnad*, Ḥadīth # 1555

[15] البیہقی، احمد بن شعیب، السنن الکبریٰ، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۴ھ، حدیث رقم: ۱۳۲۸۱

Al Bayhaqī, Aḥmad bin Sh'ayb, *Al Sunan al Kubra,* (Beirut: Dār al Kutub al 'Ilmiyyah, 1424), Ḥadīth 13281

[16] سورۃ الشوریٰ، ۲۸

Sūrah al Shūrā, 28

[17] ابن اسحاق احمد، کتاب السیر والمغازی، دار الفکر، بیروت، ۱۳۹۹ھ، ص ۳۲۴

Ibn Ishāq, Aḥmad, *Kitāb al Siyar wal Maghāzī,* (Beirut: Dār al Fikr, 1399), p: 324

[18] البخاری، الجامع الصحیح، کتاب المغازی، باب غزوۃ احد، رقم الحدیث: ۴۰۴۳

Ṣaḥīḥ Al Bukhārī, Ḥadīth # 4043

[19] القشیری، مسلم بن الحجاج، الجامع الصحیح، کتاب الفضائل، باب فضائل حسان، دار احیاء التراث، بیروت، حدیث رقم: ۲۴۹۰

Al Qushayrī, Muslim bin Ḥajjāj, *Ṣaḥīḥ Muslim,* (Beirut: Dār Iḥyā' al Turath), Ḥadīth # 2490

[20] الطبری، محمد بن جریر، تاریخ الرسل الملوک، دار التراث، بیروت، ۱۳۸۷ھ، ۲: ۵۶۶

Al Ṭabarī, Muḥammad bin Jarīr, *Tārīkh al Rusul wal Mulūk,* (Beirut: Dār al Turath, 1347), 2: 566

[21] الترمذی، محمد بن عیسیٰ، سنن الترمذی، دار الغرب الاسلامی، بیروت، ۱۹۹۸ء، حدیث رقم: ۳۶۸۰

Al Tirmidhī, Muḥammad bin 'Esa, *Al Sunan,* (Beirut: Dār al Gharb al Islāmī, 1998), Ḥadīth # 3680

[22] القرشی، عبداللہ ابن وہب، الجامع لابن وھب، حدیث رقم: ۲۸۸

Al Qarshī, 'Abdullah bin Wahab, *Al Jāmi' li Ibn Wahab*, Ḥadīth # 288

[23] البخاری، الجامع الصحیح، کتاب المغازی، باب غزوۃ الحدیبیۃ، حدیث رقم: ۴۱۷۸

Ṣaḥīḥ Al Bukhārī, Ḥadīth # 4178

[24] الترمذی، سنن الترمذی، رقم الحدیث: ۲۲۶۶

Al Tirmidhī, *Al Sunan*, Ḥadīth # 2266

[25] احمد بن حنبل، المسند، حدیث رقم: ۱۷۷۲۲

Aḥmad, *Al Musnad*, Ḥadīth # 17722

[26] البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الشہادات، باب تعدیل النساء، رقم الحدیث: ۲۶۶۱

Ṣaḥīḥ Al Bukhārī, Ḥadīth # 2661

[27] البخاری، الجامع الصحیح، حدیث رقم: ۴۷۵۷

Ṣaḥīḥ Al Bukhārī, Ḥadīth # 4757

[28] سورۃ النمل، ۳۲

Sūrah al Namal, 32

[29] سورۃ الصافات، ۱۰۲

Sūrah al Sāffāt, 102

[30] ابوداؤد، سلیمان بن الاشعث، المراسیل، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۴۰۸ھ، رقم الحدیث: ۲۱

Abū Dāwūd, Sulaymān bin Ash'ath, *Al Marāsīl,* (Beirut: Mo'assasah al Risālah, 1408), Ḥadīth # 21

[31] ابن ابی شیبہ، عبداللہ بن محمد، المصنف، مکتبۃ الرشد، الریاض، ۱۴۰۹ھ، حدیث رقم: ۲۵۴۲۸

Ibn Abī Shaybah, 'Abdullah bin Muḥammad, *Al Muṣannaf,* (Riyadh: Maktabah al Rushd, 1409), Ḥadīth # 25428